اسلامیات (لازمی)	انٹر (پارٹ-I)	پرچہ I: (انشائیہ طرز)
وقت: 1 گھنٹہ 45 منٹ	2016ء (پہلا گروپ)	کل نمبر: 40

(حصہ اوّل)

2- کوئی سے چھے (6) سوالات کے مختصر جوابات لکھیے: (12)

(i) ظلمِ عظیم سے کیا مراد ہے؟

جواب: ظلمِ عظیم سے مراد شرک ہے۔ قرآنِ مجید میں شرک کو ظلمِ عظیم کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ○

ترجمہ: "بے شک شرک بڑا بھاری ظلم ہے۔"

(ii) آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم آخری نبی ہیں۔ آیتِ قرآنی سے وضاحت کیجیے۔

جواب: قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: "محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم باپ نہیں کسی کے تمھارے مردوں میں سے لیکن اللہ تعالیٰ کے رسول اور آخری نبی ہیں۔"

(iii) ترجمہ لکھیے: اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۔

جواب: ترجمہ: "حکم صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہے۔"

(iv) توحید کا مفہوم کیا ہے؟

جواب: توحید کا مفہوم یہ ہے کہ سب سے برتر و اعلیٰ اور ساری کائنات کی خالق و مالک ہستی کے واحد و یکتا ہونے پر ایمان لانا اور صرف اسی کو عبادت کے لائق سمجھنا۔

(v) کلمۂ شہادت کا ترجمہ لکھیے۔

جواب: ترجمہ: "میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ یکتا ہے اُس کا کوئی شریک نہیں اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ وسلم اس کے بندے اور اُس

کے (آخری) رسول ہیں۔"

(vi) روزہ کے دو فوائد لکھیے۔

جواب: روزے کے دو فوائد درج ذیل ہیں:

1- مہینہ بھر بھوکا پیاسا رہ کر انسان کو دوسروں کی بھوک پیاس کا احساس ہوتا ہے اور دل میں ناداروں کے لیے ہمدردی کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔

2- کم سے کم غذا پر اکتفا کی عادت، انسان میں قناعت و ایثار کی صفات پیدا کرتی ہے۔

(vii) فقیر اور مسکین میں کیا فرق ہے؟

جواب: وہ شخص جو اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے کسی کے آگے ہاتھ پھیلائے، اسے فقیر کہتے ہیں جبکہ وہ فرد جو ضرورت مند تو ہو، لیکن اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلائے، اسے مسکین کہتے ہیں۔

(viii) اولاد کے دو فرائض تحریر کیجیے۔

جواب: اولاد کے دو فرائض درج ذیل ہیں:

1- ماں باپ کے ساتھ حسن سلوک کرنا۔

2- مالی معاونت اور خدمت کرنا۔

(ix) دہشت گردی کی تعریف کیجیے۔

جواب: تسلسل کے ساتھ طاقت کا استعمال کر کے دوسرے فریق کو ہراساں و پریشان کرنے کو دہشت گردی کہتے ہیں۔

3- کوئی سے چھے (6) سوالات کے مختصر جوابات لکھیے: (12)

(i) آنحضور ﷺ کی زندگی سے مساوات کی دو مثالیں لکھیے۔

جواب: آنحضور ﷺ کی زندگی سے مساوات کی دو مثالیں درج ذیل ہیں:

1- آپ ﷺ نے اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینبؓ کی شادی اپنے آزاد کردہ غلام

حضرت زیدؓ سے کر دی۔

2- اسی طرح آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے اپنے بیٹھنے کے لیے کوئی نمایاں جگہ مخصوص نہ کی' بلکہ صحابہ کرامؓ کے درمیان بے تکلفی سے بیٹھ جایا کرتے تھے۔

(ii) صبر و استقلال کا مفہوم لکھیے۔

جواب: صبر کے لغوی معنی روکنے اور برداشت کرنے کے ہیں۔ یعنی اپنے نفس کو خوف اور گھبراہٹ سے روکنا اور مصائب و شدائد کو برداشت کرنا۔

استقلال کے لغوی معنی استحکام اور مضبوطی کے ہیں۔ الغرض! صبر و استقلال دل کی مضبوطی' اخلاقی بلندی اور ثابت قدمی کا نام ہے۔

(iii) تسبیحِ فاطمہؓ سے کیا مراد ہے؟

جواب: تسبیحِ فاطمہؓ سے مراد 33 بار سبحان اللّٰہ' 33 بار الحمدللّٰہ اور 34 بار اللّٰہ اکبر پڑھنا ہے۔

(iv) تدوینِ حدیث کے تین ادوار کے نام لکھیے۔

جواب: تدوینِ حدیث کے تین ادوار درج ذیل ہیں:

1- تدوینِ حدیث کا پہلا دور: (اس دور کا آغاز پہلی صدی ہجری میں عہدِ رسالت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ میں ہی ہو گیا تھا)۔

2- تدوینِ حدیث کا دورِ ثانی: (اس دور کا آغاز دوسری صدی ہجری میں ہوا۔ اس میں کوفہ کے امام شعبیؒ' مدینہ کے امام زہریؒ اور شام کے امام مکحولؒ کی تصانیف وجود میں آئیں)۔

3- تدوینِ حدیث کا دورِ ثالث: (تیسری صدی ہجری میں علمِ حدیث کا ایک شعبہ پایۂ تکمیل کو پہنچا اور صحاحِ ستہ جیسی بیش بہا کتابیں تصنیف ہوئیں)۔

(v) حدیث کے لغوی اور اصطلاحی معنی لکھیے۔

جواب: حدیث کے لغوی معنی بات چیت' نئی چیز' زبانی روایت یا نیا واقعہ کے ہیں اور اصطلاح

میں اس سے مراد آپ ﷺ کے اقوال، افعال اور تقاریر ہیں۔

(vi) صحاح ستہ میں سے کوئی سی دو کتابوں کے نام لکھیے۔

جواب: صحاح ستہ میں سے دو کتابوں کے نام درج ذیل ہیں:

1- صحیح بخاری 2- صحیح مسلم

(vii) قرآنِ مجید کی پہلی وحی کہاں نازل ہوئی؟

جواب: قرآنِ مجید کی پہلی وحی غارِ حرا میں نازل ہوئی۔

(viii) آیتِ مبارکہ کا ترجمہ لکھیے: لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ

جواب: ترجمہ:

"ہرگز نہ حاصل کر سکو گے نیکی میں کمال جب تک نہ خرچ کرو اپنی پیاری چیز سے کچھ۔"

(ix) حدیثِ مبارکہ کا ترجمہ لکھیے: اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ حُسْنَ الْاَخْلَاقِ

جواب: ترجمہ:

"بے شک مجھے اس خاطر رسول بنا کر بھیجا گیا ہے تاکہ میں اعلیٰ اخلاق کی تکمیل کروں۔"

(حصہ دوم)

نوٹ: مندرجہ ذیل سوالات میں سے صرف دو (2) کے جوابات لکھیے۔

سوال 4: آخرت کا مفہوم لکھیے۔ نیز عقیدۂ آخرت کے انسانی زندگی پر اثرات تحریر کیجیے۔ (8)

جواب: مفہوم:

لفظ "آخرت" کے معنی بعد میں آنے والی چیز کے ہیں۔ اس کے مقابلے میں لفظ "دنیا" ہے جس کے معنی قریب کی چیز کے ہیں۔ عقیدۂ آخرت کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ انسان مرنے کے بعد ہمیشہ کے لیے فنا نہیں ہو جاتا، بلکہ اس کی روح باقی رہتی ہے اور ایک وقت ایسا آئے گا جب اللہ تعالیٰ انسان کی روح کو جسم میں منتقل کر کے اسے دوبارہ زندہ کر دے گا۔ پھر انسان کو اس کے نیک و بد اعمال کا حقیقی بدلہ دیا جائے گا۔ نیک لوگوں کو ایک ایسی جگہ عنایت کی جائے گی جو اللہ

تعالیٰ کی نعمتوں سے بھرپور ہوگی، اس کا نام جنت ہے۔ بُرے لوگ ایک انتہائی اذیت ناک جگہ میں رہیں گے، جس کا نام جہنم ہے۔ قرآنِ مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

ترجمہ: ''بے شک نیک لوگ بہشت میں ہیں اور بے شک گناہ گار دوزخ میں ہیں۔''

عقیدۂ آخرت کے انسانی زندگی پر اثرات:

عقیدۂ آخرت کے انسانی زندگی پر بڑے اہم اثرات مرتب ہوتے ہیں، جن میں سے چند درجِ ذیل ہیں:

1- نیکی سے رغبت اور بدی سے نفرت:

جو شخص آخرت پر یقین رکھتا ہے وہ جانتا ہے کہ اس کے تمام اعمال، خواہ ظاہر ہوں یا پوشیدہ، اس کے نامۂ اعمال میں محفوظ کر لیے جاتے ہیں۔ آخرت میں یہی نامۂ اعمال اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوگا اور منصفِ حقیقی فیصلہ فرمائے گا۔ ان اعمال کا وزن کیا جائے گا۔ ایک پلڑے میں نیک اعمال اور دوسرے میں بُرے اعمال ہوں گے۔ اگر نیکی کا پلڑا بھاری ہوا تو کامیابی حاصل ہوگی اور جنت میں ٹھکانہ نصیب ہوگا۔ اگر برائیوں کا پلڑا بھاری ہوا تو ناکامی ہوگی اور جہنم کا دردناک عذاب چکھنا ہوگا۔ آخرت پر ایمان رکھنے والا شخص برائیوں سے نفرت کرنے لگتا ہے، کیونکہ اسے علم ہوتا ہے کہ ان کے نتیجے میں وہ عذاب میں مبتلا ہو سکتا ہے۔ اسے نیکیوں سے محبت ہو جاتی ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اسے نیکی کا اجر ضرور ملے گا۔

2- بہادری اور سرفروشی:

ہمیشہ کے لیے مٹ جانے کا ڈر انسان کو بزدل بنا دیتا ہے، مگر جب دل میں یہ یقین موجود ہو کہ اس دنیا کی زندگی چند روزہ ہے اور پائیدار اور دائمی زندگی آخرت کی ہے تو انسان نڈر ہو جاتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جان قربان کرنے سے بھی نہیں کتراتا۔ وہ جانتا ہے کہ راہِ حق میں جان کا نذرانہ پیش کر دینے سے وہ ہمیشہ کے لیے فنا نہیں ہو جائے گا، بلکہ آخرت کی کامیاب اور پُر مسرت زندگی حاصل کرے گا۔ چنانچہ یہ عقیدہ مومن کے دل میں جذبۂ سرفروشی پیدا کر کے

معاشرے میں امن اور نیکی کے پھیلنے کی راہیں ہموار کر دیتا ہے۔

3- صبر و تحمل:

عقیدۂ آخرت سے انسان کے دل میں صبر و تحمل کا جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ حق کی خاطر جو بھی تکلیف برداشت کی جائے گی اس کا اللہ تعالیٰ کے ہاں اجر ملے گا، لہٰذا آخرت پر نظر رکھتے ہوئے وہ ہر مصیبت کا صبر و تحمل سے مقابلہ کرتا ہے۔

4- مال خرچ کرنے کا جذبہ:

عقیدۂ آخرت انسان کے دل میں یہ جذبہ پیدا کرتا ہے کہ حقیقی زندگی صرف آخرت کی زندگی ہے، لہٰذا اسی دولت سے لگاؤ رکھنا چاہیے جو دائمی زندگی کو کامیاب بنائے۔ چنانچہ مومن جتنا بھی زیادہ دولت مند ہو جاتا ہے اسی قدر زیادہ سخاوت اور فیاضی کرتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنے سے اس کی آخرت کی زندگی سنور جائے گی۔

5- احساسِ ذمہ داری:

آخرت پر ایمان رکھنے سے انسان میں احساسِ ذمہ داری پیدا ہو جاتا ہے، کیونکہ وہ جانتا ہے کہ اپنے فرائض میں کوتاہی کرنا جرم ہے، جس پر آخرت میں سزا ملے گی، لہٰذا پوری ذمہ داری سے اپنے فرائض ادا کیے جائیں۔ آہستہ آہستہ یہ احساس اس قدر پختہ ہو جاتا ہے کہ انسان اپنا ہر فرض پوری دیانت داری سے سرانجام دینے لگتا ہے، خواہ اس کا تعلق بندوں کے حقوق سے ہو یا اللہ کے حقوق سے، یہی احساسِ ذمہ داری مسلمان کا طرۂ امتیاز ہے۔

سوال:5- ارکانِ اسلام پر نوٹ تحریر کیجیے۔ **(8)**

جواب: ارکانِ اسلام سے مراد دین کے وہ بنیادی اصول و اعمال ہیں جن پر اسلام کی پوری عمارت قائم ہے۔ نبی اکرم صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ کا ارشادِ گرامی ہے:

ترجمہ: ''اسلام کی عمارت پانچ ستونوں پر اٹھائی گئی ہے۔ اس بات کی شہادت کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں اور یہ کہ حضرت محمد صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلٰى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ اللہ تعالیٰ کے بندے اور اس کے (آخری) رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور حج کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔''

کلمۂ شہادت:

ارکانِ دین میں سب سے اہم کلمۂ شہادت ہے، جس کے الفاظ ہیں:

ترجمہ: ''میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ یکتا ہے اور اس کا کوئی شریک نہیں اور میں اس بات کی بھی گواہی دیتا ہوں کہ محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہٖ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے (آخری) رسول ہیں۔''

کلمۂ شہادت کے دو حصے ہیں عقیدہ توحید کا اعتراف اور دوسرا حصہ یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی رسالت کا اقرار۔ کلمۂ شہادت اس امر کا اعلان ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہٖ وسلم اللہ تعالیٰ کے بندے اور سچے رسول ہیں اور آپ صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہٖ وسلم کا پیش کردہ دین ہی دینِ حق ہے۔ ان دونوں باتوں کی گواہی دیے بغیر کوئی شخص مسلمان نہیں ہوسکتا۔

نماز:

اسلام ایک مکمل اور جامع نظامِ حیات ہے۔ وہ اپنے پیروکاروں کو چند اعتقادات ہی دے دینے پر اکتفا نہیں کرتا، بلکہ ان کی پوری زندگی کو ان اعتقادات کے سانچے میں ڈھالنے کے لیے عبادات کا ایک نظام مقرر کرتا ہے، جو نماز، زکوٰۃ، روزے اور حج پر مشتمل ہے۔ اس کے پہلے اور سب سے اہم جز، نماز کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے ارشادات میں سے ایک ارشاد ہے:

ترجمہ: ''قائم رکھو نماز اور مت ہو شرک کرنے والوں میں۔''

نبی کریم صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہٖ وسلم کی بہت سی احادیث، نماز کی تاکید پر مشتمل ہیں۔ فرمایا:

''دین کی اصل بنیاد اللہ اور رسول صلی اللہ علیہ وعلی آلہٖ واصحابہٖ وسلم کے سامنے سرِ تسلیم خم کر دینا ہے اور اس عمارت کا ستون نماز ہے۔'' جان بوجھ کر نماز چھوڑنے والے کے لیے وعید سنائی۔ فرمایا:

''جس نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی، اُس نے کافرانہ روش اختیار کی۔''

روزہ:

روزہ دینِ اسلام کا بنیادی رکن ہے اور قرآنِ حکیم کے بیان کے مطابق یہ پہلی اُمتوں پر بھی فرض رہا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ:

"اے ایمان والو! فرض کیے گئے تم پر روزے جیسے فرض کیے گئے تھے تم سے اگلوں پر تا کہ تم پرہیزگار ہو جاؤ۔"

مذکورہ بالا آیت سے جہاں روزے کا فرض ہونا ثابت ہوتا ہے وہاں اس کو فرض کرنے کی حکمت بھی معلوم ہوتی ہے اور وہ ہے تقویٰ کا حصول۔

زکوٰۃ:

انسانی معاشرے کی تشکیل میں نظامِ معیشت بنیادی اہمیت کا حامل ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو نظامِ معاشرت کی طرح نظامِ معیشت کے بھی بہترین ضابطے عطا فرمائے ہیں۔ اگر ان ضابطوں پر عمل کیا جائے تو معاشی عدل قائم رہتا ہے اور ان کو ترک کر دینے سے ناانصافی جنم لیتی ہے، جو متعدد خرابیوں کا باعث بنتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ معاشی نظام میں زکوٰۃ کو بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ زکوٰۃ کی اہمیت کا اندازہ کچھ اس سے بھی ہوتا ہے کہ قرآنِ مجید میں اکثر مقامات پر ادائیگی نماز کے ساتھ ہی ادائیگی زکوٰۃ کا بھی حکم دیا گیا ہے۔ نماز اگر بدنی عبادت ہے تو زکوٰۃ مالی عبادت ہے۔ نظامِ زکوٰۃ کی اسی حیثیت کے پیش نظر حضرت ابوبکرؓ نے زکوٰۃ سے انکار کرنے والوں سے باوجود کہ وہ کلمہ گو تھے، جہاد کیا اور فرمایا کہ میں اپنی زندگی میں ان دونوں فرائض کی تکمیل میں کوئی فرق نہیں ہونے دوں گا۔

زکوٰۃ کے لغوی معنی پاک کرنے کے ہیں۔ جو انسان زکوٰۃ ادا کرتا ہے وہ اللہ کے حکم کے مطابق نہ صرف اپنے مال کو پاک کر لیتا ہے، بلکہ اس کے ذریعے اپنے دل کو بھی دولت کی ہوس سے پاک کرتا ہے اور دولت کے مقابلے میں اس اللہ کی محبت کو اپنے دل میں جگہ دیتا ہے، جس کے حکم پر وہ دولت کو قربان کر رہا ہے۔ ادائیگی زکوٰۃ اسے یہ بھی یاد دلاتی ہے کہ جو دولت وہ کماتا ہے وہ حقیقت میں اس کی ملکیت نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی امانت ہے۔ یہ احساس اسے معاشی بے راہ روی

سے بچاتا اور اس کے تمام اعمال کو احکامِ الٰہی کا تابع کرتا ہے۔ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ کے ارشاد کے مطابق، معاشی معاملات دین کا اہم حصہ ہیں۔ جب انسان دولت جیسی نعمت اللہ تعالیٰ کے حکم پر خرچ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے ایثار کی قدر کرتے ہوئے اس خرچ شدہ مال کو اپنے ذمے قرض قرار دیتا ہے، اور وعدہ فرماتا ہے کہ بندے کا یہ قرض وہ کئی گنا بڑھا کر واپس کرے گا۔ ارشادِ ربانی ہے:

ترجمہ: ''اگر قرض دو اللہ تعالیٰ کو اچھی طرح پر قرض دینا وہ دُگنا کرے اس کو تمھارے لیے اور تم کو بخشے اور اللہ قدر دان ہے اور تحمل والا۔''

حج:

حج ارکانِ اسلام میں اہم رکن ہے۔ حج صاحبِ استطاعت مسلمان شخص پر زندگی میں ایک بار فرض ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ترجمہ: ''اور اللہ تعالیٰ کا حق ہے لوگوں پر حج کرنا اس گھر کا جو شخص قدرت رکھتا ہو اس کی طرف راہ چلنے کی اور جو نہ مانے تو پھر اللہ پرواہ نہیں رکھتا جہان کے لوگوں کی۔''

مراد یہ ہے کہ یہ جامع عبادت اللہ تعالیٰ کی خاطر فرض کی گئی ہے۔ اور اس کا اپنے بندوں پر یہ حق بھی ہے، لیکن اس سے اللہ تعالیٰ کی کوئی اپنی غرض وابستہ نہیں، بلکہ اس کے ذریعے بندوں کو فائدہ پہنچانا مقصود ہے۔ ادائیگی حج کا سب سے بڑا فائدہ گناہوں کی بخشش ہے۔ نبی اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا:

ترجمہ: ''جو کوئی اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں حج کرتا ہے اور دورانِ حج فسق و فجور سے باز رہتا ہے وہ گناہوں سے اس طرح پاک ہو کر لوٹتا ہے گویا ابھی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا ہو۔''

اپنے گناہ گار بندوں کو دنیا ہی میں پاک و صاف کر دینے کا یہ انتظام جہاں اللہ تعالیٰ کے کرم کی دلیل ہے وہیں اس سے فائدہ نہ اُٹھانا حد درجہ کی ناشکری اور بدبختی ہے۔ حضرت محمد صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَعَلٰی آلِہٖ وَأَصْحَابِہٖ وَسَلَّمَ

کا ارشادِ پاک ہے:

ترجمہ: ''جس (صاحبِ استطاعت) شخص کو نہ کوئی ظاہری ضرورت، حج سے روک رہی ہو، اور نہ کوئی ظالم بادشاہ اس کی راہ میں حائل ہو اور نہ کوئی روکنے والی بیماری اسے لاحق ہو اور پھر بھی وہ حج کیے بغیر مرجائے تو وہ ایک مسلمان کی نہیں کسی یہودی یا نصرانی کی موت مرے گا۔''

سوال :6- ذکر کی اقسام اور فضائل تفصیلاً تحریر کیجیے۔ **(8)**

جواب: ذکر کا مفہوم:

ذکر کے معنی ''یاد کرنا'' کے ہیں۔ اسلامی اصطلاح میں ذکر سے مراد اللہ تعالیٰ کو یاد کرنا ہے۔ ذکر اللہ اور بندے کا تعلق قائم رکھنے کا ذریعہ ہے۔

ذکر کی اقسام

ذکر کی تین اقسام ہیں:

(i) قلبی ذکر:

ذکرِ قلبی سے مراد ایسا ذکر ہے جس کے الفاظ زبان پر ادا نہ ہوں، لیکن آدمی اپنے دل میں ہر وقت اللہ کو یاد رکھے۔ ارشادِ الٰہی ہے:

ترجمہ: ''اور اپنے رب کو دل میں عاجزی اور خوف کے ساتھ یاد کرو۔'' (اعراف: 205)

(ii) لسانی ذکر:

یہ ذکر زبان کے ذریعے ہوتا ہے خواہ اونچی آواز سے ہو یا دھیمی آواز سے۔ اس کی مختلف صورتیں ہیں۔ قرآن کی تلاوت، دُعا مانگنا، تسبیح کرنا وغیرہ ذکرِ لسانی کی مختلف صورتیں ہیں۔

(iii) عملی ذکر:

اس سے مراد اپنے عمل کے ذریعے اللہ کو یاد کرنا ہے۔ جیسے نماز، روزہ، حج وغیرہ۔ اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ آدمی جو بھی عمل کرے اللہ کی اطاعت میں کرے۔

(1) ذکر کی اہمیت وفضیلت:

اللّٰہ تعالیٰ نے ذکر کے بارے میں قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر ارشاد فرمایا ہے۔ایک آیت میں ہے:

ترجمہ: ''اے ایمان والو! اللّٰہ کو بہت یاد کرو اور صبح وشام اس کی تسبیح بیان کرو۔'' (الاحزاب: 42)

(2) افضل عبادت:

اللّٰہ تعالیٰ نے ذکر کو سب سے بڑی عبادت قرار دیا ہے۔فرمایا:

ولذکر اللّٰہ اکبر (عنکبوت:45)

ترجمہ: ''اور یقیناً اللّٰہ کی یاد سب سے بڑی ہے۔''

(3) صدقات کا بدل:

حضور صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَعَلَى آلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ نے فرمایا کہ ''ذکرِ الٰہی صدقات کا بدل ہوتا ہے۔''

(4) سکونِ قلب کا ذریعہ:

قرآنِ پاک میں ہے کہ

ترجمہ: ''خبردار صرف ذکرِ الٰہی سے ہی دلوں کو اطمینان ملتا ہے۔''